

Al-Mīthāq

(Research Journal of Islamic Theology)

Published by: HIRA *Institute of Social Sciences Research & Development*
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 05, **Issue** 04, October - December 2026, PP 139-152
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article Timeline:	*Received:* 08-09-2026	*Accepted:* 27-10-2026	*Published:* 04-11-2026

Disclaimer:
Responsibility for the accuracy of the stated facts rests solely with the authors. Opinions expressed in *"Al-Mīthāq"* are those of the authors and not necessarily endorsed by either the Editorial board or the Institute.

HIRA INSTITUTE

حقائق التفسیر میں امام ابو عبد الرحمٰن السُلمی کا منہج تفسیر: ایک تحقیقی مطالعہ

The Methodology of Tafsīr in Ḥaqāʾiq al-Tafsīr by Imam Abū ʿAbd al-Raḥmān al-Sulamī: A Research Study

Dr. Sumaira Ashraf [1] ***Dr. Anwar ul Haq*** [2]

Abstract

Tafsīr al-Ishārī (mystical and symbolic Qur'anic exegesis) constitutes a significant tradition in the history of Qur'anic interpretation, whose foundations are traced to the Prophetic era and which subsequently developed into a distinctive approach within Sufi scholarship. Among the prominent works of this tradition is Ḥaqāʾiq al-Tafsīr by Imam Abū ʿAbd al-Raḥmān al-Sulamī, a renowned Sufi scholar of the fourth Islamic century. Rather than presenting a conventional, systematic exegesis, this work primarily compiles spiritual insights, mystical interpretations, and esoteric reflections attributed to earlier Sufi authorities. The present study aims to critically and descriptively examine al-Sulamī's exegetical methodology, with particular emphasis on the principles, characteristics, and interpretive approaches underlying his Ishārī exegesis. Employing a qualitative research methodology based on textual analysis, the study explores the nature of his symbolic and mystical interpretations, their relationship with the apparent meanings of Qur'anic verses, and their significance within the broader intellectual tradition of Sufi Qur'anic exegesis. It also seeks to address the relative paucity of comprehensive academic studies on this subject in Urdu scholarship. By critically evaluating al-Sulamī's interpretive approach, this research aims to contribute to a

[1]***Corresponding Author,*** *Lecturer, Department of Social Sciences, SZABIST Karachi.*
sumaira.ashraf@szabist.edu.pk
[2] *Assistant Professor, Department of Islamic Thought & Culture, NUML, Karachi, Campus.*
anwar.ulhaq@numl.edu.pk

deeper understanding of the methodological foundations of Tafsīr al-Ishārī and its role in the development of Islamic spirituality and Qur'anic hermeneutics.

Keywords

Tafsīr al-Ishārī, Sufi Exegetes, Haqa'iq al- Tafsīr, Ishārī Interpretations, Spiritual Insights

تمہید

قرآن کریم ایسا لامتناہی سمندر ہے جس میں کُل انسانیت کے لیے ہدایت و نجات پوشیدہ ہے۔ اس عظیم الشان کتاب کا مخاطب انسان ہے، جس سے پوری کائنات کے انسان استفادہ کرتے ہیں۔ اسی بنا پر روز آخر تک اس پر تحقیق ہوتی رہے گی۔ مختلف اندازِ فکر کے لوگ اپنی سمجھ بوجھ اور اہلیت کے مطابق اس سے اخذ و استدلال کرتے رہیں گے۔ ان شخصیات میں مفسرین ظاہر بھی شامل ہیں اور مفسرین باطن بھی۔ صوفی مفسرین جنہوں نے قرآن کریم کے روحانیت پر مبنی اشارات اور نکات کو اہل عالم کے سامنے واضح کیا ان میں چوتھی صدی ہجری کے ایک عظیم مفسر ابو عبد الرحمن السلمی بھی ہیں جنہوں نے اپنے سے ما قبل صوفیاء مفسرین کے اقوال جو کہ قرآن کریم کی تفسیر سے متعلق تھے، انہیں جمع کیا اور منظر عام پر لائے۔ یہ وہ ہستیاں ہیں جنہوں نے قرآن کریم کے ان پہلوؤں کو اجاگر کیا جو ظاہری بصارت سے پوشیدہ تھے۔ ذیل میں امام ابو عبد الرحمن السلمی کا تعارف بیان کیا جاتا ہے۔

تعارفِ امام سلمی

امام سُلمی کا پورا نام ابو عبد الرحمٰن محمد بن الحسین بن موسیٰ الازدی السلمی ہے، آپ ایک مشہور صوفی، مفسر اور متکلم تھے جن کا تعلق اسلامی تصوف کے علمی اور روحانی دھارے سے ہے۔ آپ کی ولادت 330ھ میں خراسان کے علاقے میں ہوئی۔[1] آپ نے اسلامی علوم، خاص طور پر تفسیر، تصوف اور حدیث میں تعلیم حاصل کی اور اپنے زمانے کے مشہور علماء اور صوفیاء سے فیض حاصل کیا۔ خراسان کے صوفیوں کے شیوخ اور علماء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے والد سے یہ روحانی راہ حاصل کی اور حقائق کے علوم اور روحانی تصرف کے راستے کو سمجھنے میں کامیاب رہے۔[2] آپ کا علمی مقام و مرتبہ بہت بلند رہا۔ آپ نے اپنی زندگی میں سو سے زیادہ کتابیں لکھیں، جن میں تصوف، تفسیر اور علم حدیث پر مبنی کتب شامل ہیں۔ تفسیر پر مشتمل آپ کی مشہور تصنیف "حقائق التفسیر" ہے، جو قرآن کی خالص اشاری تفسیر پر مبنی ہے اور صوفیانہ تشریحات کے لیے مشہور ہے۔[3] اپنی حیات کے بیاسی سال اسلام کی ترویج و اشاعت میں گزار کر بالآخر امام سلمی 412ھ میں انتقال کر گئے۔[4] آپ کی علمی اور روحانی خدمات نے اسلامی دنیا میں گہرے اثرات چھوڑے ہیں اور آپ کی شہرت کو مستحکم کیا۔ آپ کی تصانیف آج بھی علمائے دین اور صوفیاء کے لیے اہم مراجع میں شامل ہیں۔

امام سلمی کا تفسیری مقام و مرتبہ

نمایاں علمی و صوفی مقام و مرتبے کی بنا پر امام سلمی تفسیری ادب میں بھی اہم انداز رکھتے ہیں۔ آپ کی تفسیر "حقائق التفسیر" اس کا منہ بولتا ثبوت ہے، چوں کہ جس طرح ہر صوفی مفسر کو کچھ مخفی انداز کے تحت اعتراضات و تنقید کا سامنا رہتا ہے اسی طرح امام سلمی بھی اس تنقید سے محفوظ نہ رہ سکے۔ لیکن ان کے دفاع کے لیے ہر دور میں علماء و محققین نے قلم اٹھایا اور ان کے انداز و مقاصد کو واضح کیا۔ جیسا کہ خطیب بغدادی نے محمد بن یوسف نیشاپوری القطان کا قول نقل کیا: كان السلمى غير ثقة يضع للصوفية۔[5] یعنی سلمی غیر ثقہ تھا، اور صوفیوں کے لیے (حدیث) گھڑتا تھا۔ تاہم خطیب نے اس طعن کو پسند نہیں کیا بلکہ صرف نقل کیا۔ خطیب بغدادی کے بقول:

قدر ابى عبد الرحمن عند أهل بلده جليل، وكان مع ذلك محمود صاحب حديث[6]

ابو عبد الرحمن اپنے وطن میں جلیل القدر تھے اور حدیث کے حوالے سے بھی محمود شخصیت تھے۔

اسی طرح ابن سبکی صاحبِ طبقات الشافعیہ نے بھی خطیب بغدادی کی تصدیق کرتے ہوئے کہا:

اقول الخطيب فيه هو الصحيح وأبو عبد الرحمن ثقة ولا غيرة بهذا الكلام فيها.[7]

"خطیب کا قول ہی درست ہے اور ابو عبد الرحمن ثقہ ہیں، ان کے بارے اس قسم کی باتوں کا کوئی اثر نہیں۔"

مذکورہ بالا دونوں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام سلمی کا شمار جلیل القدر، ثقہ محدث اور مفسرین میں ہوتا ہے۔ اس میں کسی بھی قسم کا کوئی ابہام اور اشکال نہیں پایا جاتا۔

حقائق التفسیر کا بنیادی محرک

یہ کتاب صوفیاء کرام کے اقوال و اشارات کا ایک جامع مجموعہ ہے، جسے امام سلمی نے ترتیب دیا تاکہ سابقہ صوفی شیوخ کی تفسیری تعبیرات کو یکجا کیا جا سکے۔ درحقیقت، ابو عبد الرحمن السلمی کا اس تفسیر میں اپنا کوئی ذاتی اجتہاد یا نیا بیان نہیں ہے، بلکہ انہوں نے صرف اہلِ حقیقت کے اقوال کو جمع کیا، انہیں سورتوں اور آیات کی ترتیب سے مرتب کیا اور ان کو ایک کتاب کی شکل دی جس کا نام "حقائق التفسیر" رکھا۔ اس حوالے سے آپ خود لکھتے ہیں:

وأحببت أن أضم إلى ذلك مقالاتهم، وأضم أقوال مشايخ أهل الحقيقة إلى ذلك وأرتبه على السور على حسب وسعي وطاقتي۔[8]

"میری خواہش تھی کہ مشائخِ حقیقت کے اقوال یکجا کروں اور سورتوں کی ترتیب سے جتنا ہو سکے پیش کروں۔"

اس کتاب میں مؤلف نے اپنی طرف سے کم از کم دخل دیا ہے، صرف بعض مقامات پر "قلت" یا "وعندی" کے الفاظ سے رائے دی ہے۔ امام سلمی نے جن بزرگوں سے سب سے زیادہ اقوال نقل کیے، ان میں حضرت جعفر بن محمد الصادق، ابن عطا اللہ اسکندری، حضرت جنید، فضیل بن عیاض، سہل بن عبد اللہ التستری اور بہت سے دیگر صوفی مشائخ شامل ہیں۔

تعارفِ حقائق التفسیر

"حقائق التفسیر" امام سُلمی کی خالص صوفی اشارات پر مبنی وہ تفسیر ہے، جس میں قرآن مجید کی آیات کو خالصتاً روحانی اور باطنی تناظر میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ مکمل قرآن کی تمام سورتوں پر مشتمل ہے، لیکن اس میں ہر آیت کی تفسیر نہیں کی گئی، یہ تفسیر دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد میں سورہ الفاتحہ سے سورہ طٰہٰ تک مباحث کا تذکرہ ہے، اس جلد میں 456 صفات ہیں جب کہ دوسری جلد سورہ الانبیاء سے سورہ الناس پر مشتمل ہے، جس کے 438 صفحات ہیں۔ یہ تفسیر دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان سے 1421ھ میں شائع ہوئی۔

تفسیرِ سُلمی کا منہج واسلوب

ہر کتاب و تفسیر کا مخصوص منہج واسلوب ہوتا ہے جو اس کی فکری نوعیت، انداز تفسیر اور صوفیانہ رجحانات کی نمائندگی کرتا ہے۔ حقائق التفسیر میں بھی امام سلمی نے مخصوص منہج واسلوب مدِ نظر رکھا ہے جو تفسیر کے قدیم اور معتبر ذرائع میں شمار ہوتی ہے۔ اس تفسیر کا اسلوب خاص طور پر صوفیانہ اور روحانی تشریحات پر مشتمل ہے۔ اس کے چند نمایاں اسلوبی خصوصیات درج ذیل ہیں:

1: خالص اشاراتی اندازِ تفسیر

امام سلمی نے اس تفسیر میں اشاراتی معانی کو بیان کیا ہے جو اہلِ دل پر کھلتے ہیں۔ ان کا مقصد ان روحانی نکات کو جمع کرنا تھا جو اہلِ صفا کے دلوں پر منکشف ہوتے ہیں اور صوفیاء کے تجربات، کشف اور مشاہدے پر مبنی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ فرمانِ باری: سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ[9] کے تحت امام جنید بغدادی کا قول بیان کرتے ہیں:

سمعت محمد بن شاناد يقول سمعت أبا عمرو الأنماطي يقول سمعت الجنيد قال: هذا اخطب لما ماشرب الحلول نهضت مستحثة للجوارح بحسن التوجه الإقسمة ما به يحطون عند من استجابوا لدعوته ومعنوا الإشارة وكامرا تحت العلم بقربه وقوت حيونهم بما ورد على قلوبهم بالسرور ياحلوة جلاس الله اكيدنا لا يرعبود في الطريق غيره ولا يتوصلون إليه الأب ولا يسكونه شيئًا غير التمتع بخدمت رحسن المعرفة على موافقته۔[10]

"حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں: یہ مقام اُس سالک کا ہے جس نے حلول جیسے تصور کو اختیار نہیں کیا، بلکہ اس کے اعضا اللہ کی طرف حسنِ توجہ کے ساتھ متحرک ہوئے۔ وہ ان لوگوں میں شامل ہے جنہوں نے اللہ کی دعوت کو قبول کیا، اشاروں کی معرفت پائی اور علم کے پردے میں اللہ کے قرب کا ذوق حاصل کیا۔ ان کے دلوں پر اللہ کی طرف سے جو سرور وارد ہوا، اسی سے ان کی زندگیاں تازگی پاتی ہیں۔ یہ اللہ کے ہم نشین بندے ہوتے ہیں، جو صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں، اسی کو ذریعہ بناتے ہیں اور صرف اسی کی معرفت میں قلبی موافقت کا لطف پاتے ہیں۔"

مذکورہ آیت کے ظاہری معنی سے مراد اللہ کی مغفرت تلاش کرنا ہے جب کہ صوفیاء کرام کے نزدیک اس کے روحانی معنی انسان کے لیے بہترین صحبت اس کے رب کی صحبت کا ہونا ہے۔ اس کا قرب حاصل کرتے ہوئے اس کا ہم نشین خود کو بنائے رکھنا اصل معرفت اور اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔

2: اقوالِ صوفیاء کا بکثرت حوالہ

امام سلمی کا یہ تفسیر لکھنے کا بنیادی مقصد ہی صوفیائے سابقہ کے اقوال کو یکجا کرنا تھا، اسی مقصد کے تحت آپ نے صوفیاء کے اقوال کو نہ صرف محفوظ کیا بلکہ جب کسی خاص روحانی معنی پر گفتگو کرتے تو ان کے اقوال کو بطور شہادت پیش کرتے۔ اس کے لیے انہوں نے خاص طور پر الواسطی، ابن عطاء، سہل تستری اور جنید بغدادی کے اقوال کو نقل فرمایا، جیسے فرمانِ باری: رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً[11] کے تحت لکھتے ہیں:

الإعراض عنها وفي الآخرة حسنة ترك الاشتغال بها وقنا عذاب النارية وقنا نيران عذاب شهواتنا فإن من شغل عنك مشؤوم، وقيل: العلم والعبادة، وقيل: الرزق الحلال، وقيل: صحة الجسد. قال الواسطى في الدنيا حسنة الغيبة عن كل مصطلح من الحق وفي الآخرة حسنة الغبية عن رؤية الأفعال والرجوع إلى الفضل والرحمة.وقال ابن عطاء القناعة في الرزق والرضا بالقضاء..وقال جعفر:صحبة الصالحين. وقال بعضهم: في الدنيا المعرفة و في الآخرة الرؤية.[12]

"ربنا آتنا فی الدنیا حسنة سے مراد بعض نے دنیا سے اعراض کرنا اور آخرت کے لیے بھلائی میں مشغول رہنا لیا ہے اور "عذابِ نار سے بچا" یعنی ہمیں ہماری خواہشات کے شعلوں سے محفوظ رکھ، کیوں کہ جو شخص تجھ سے غافل ہو، وہ بدنصیب ہوتا ہے۔ کسی نے کہا: اس حسنہ سے مراد علم اور عبادت ہے۔ کسی نے کہا: رزقِ حلال مراد ہے۔ کسی نے کہا: صحتِ جسمانی مراد ہے۔ شیخ واسطی نے کہا: دنیا کی حسنہ یہ ہے کہ آدمی ہر اس چیز سے غائب رہے جو حق کے ساتھ مخصوص ہو گئی ہو یعنی ہر اصطلاح و مفہوم سے ماوراہو کر محض حق کی طرف متوجہ ہو اور آخرت کی حسنہ یہ ہے کہ بندہ افعال کے مشاہدے سے غائب ہو کر محض اللہ کے فضل و رحمت کی طرف رجوع کرے۔ ابن عطاء نے کہا: دنیا کی حسنہ قناعت ہے اور آخرت کی حسنہ تقدیر پر رضامندی ہے۔ بقول جعفر: نیک لوگوں کی صحبت۔ ایک صوفی کے مطابق: دنیا کی حسنہ معرفت ہے اور آخرت کی حسنہ اللہ

تعالیٰ کا دیدار ہے۔"

امام سلمی اپنی تفسیر میں بیشتر مقامات پر صوفیا کرام کے اقوال بیان کرتے ہیں کیوں کہ یہی آپ کی تفسیر کا بنیادی مقصد ہے جس کا آپ نے تذکرہ کیا۔ اپنی رائے بہت کم بیان کرتے ہوئے متقدمین کے انداز کو ہی آپ نے اپنی تفسیر کا حصہ بنایا۔ خاص طور پر جن صوفیاء کے اقوال سے بکثرت آپ نے اپنی تفسیر کو مزین کیا وہ جنید بغدادی اور جعفر محمد بن علی ہیں۔

3: علم حدیث اور تفسیر کا امتزاج

امام سلمی نہ صرف ایک مفسر بلکہ ایک محدث بھی تھے۔ انہوں نے قرآن کی تفسیر کرتے وقت احادیث نبوی ﷺ کو بھی شامل کیا اور ان کے روحانی معانی پر غور کیا۔ جس نے آپ کی تفسیر کو ایک جامع اور متوازن حیثیت دی، جہاں قرآن اور حدیث دونوں کو روحانی تربیت کے لیے استعمال کیا گیا۔ قرآن کریم کی آیت: وَ لَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ[13] کے تحت بیان کرتے ہیں:

قال بعض الخراسانيين وهو محمد بن الفضل لعلمهم بما قدموا من الأمام والخلاف وهذا حال الكفار فواجب على الموحى أن يكون حاله ضد هذا أن يكون مشتاقا إلى الموت المكاشفة الغيوب ودفع حجاب الوحشة والوصول إلى محل الأنس، ألا ترى النبي يقول: **من أحب لقاء الله أحب الله لقاءه** . وان بلالا لما حضر قالت امرأته: واجزاء فقال: يا وأطرباء غدا تلقى الأحبه... الحديث[14]

"محمد بن فضل خراسانی فرماتے ہیں کہ کافر موت سے اس لیے ڈرتے ہیں کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے دنیا میں برائیاں کی ہیں۔ مگر موحّد کو اس کے برعکس ہونا چاہیے۔ وہ موت کا مشتاق ہو، کیوں کہ موت ہی کے ذریعے غیبی حقیقتیں ظاہر ہوتی ہیں، وحشت دور ہوتی ہے اور قربِ الٰہی نصیب ہوتا ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جو اللہ سے ملاقات کو محبوب رکھے، اللہ بھی اس سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے۔" اور جب حضرت بلالؓ کا وقتِ وفات آیا تو ان کی بیوی نے کہا" :ہائے افسوس، ہائے مصیبت"! تو حضرت بلالؓ نے جواب دیا: "ہائے خوشی! کل ہم اپنے محبوبوں سے ملاقات کریں گے۔۔۔ "یعنی رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے۔"

امام سلمی کی یہ کتاب حدیث اور تفسیر کا خوبصورت امتزاج ہے۔ آپ نے متعدد مقامات پر حدیث کو بنیادی حیثیت دیتے ہوئے بکثرت اپنی تفسیر کا حصہ بنایا۔ آیات سے متعلقہ حدیث کو بیان کرنا ہی بہترین تفسیر ہے جو کہ آپ کی تفسیر کا مرکزی انداز ہے۔

4: ضعیف و منقطع روایات سے استفادہ

اگرچہ انہیں محدثین کی ایک بڑی جماعت نے ثقہ قرار دیا، مگر ان کی تفسیر میں کئی ایسی روایات پائی جاتی ہیں جو سند کے اعتبار سے ضعیف یا منقطع ہیں، جیسا کہ ابن تیمیہؒ نے بھی اس پر تنقید کی ہے، خاص طور پر وہ روایات جو بغیر سند جعفر الصادق سے منسوب کی گئی ہیں۔ جیسا کہ قَالُوْا لَا ضَيْرَ-اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ[15] سے متعلق امام جعفر کا قول نقل کرتے ہیں:

قال جعفر من أحس بالبلاء في المحنة لم يكن محياء بل من شاهد البلاء فيه لم يك محناء بل من بتنده بالبلاء في المحبة لم يكن محنا الا ترى السحرة لما وردت عليهم شواهد أوائل الحنة والت عنهم حظوظهم، وكيف هان عليهم بذل أرواحهم في مشاهدة محبوبهم فقالوا لا صبر[16]

"حضرت جعفر صادق فرماتے ہیں کہ جو آزمائش میں ہو کر تکلیف محسوس کرے یا اسے صرف دیکھے، وہ درحقیقت آزمائش میں نہیں۔ اصل آزمائش وہ ہے جو محبتِ الٰہی کی وجہ سے ہو، جس میں بندہ تکلیف کو بھی لذت سمجھتا ہے۔ جیسے موسیٰ کے وقت کے جادوگر، جنہوں نے جنت کی جھلک پا کر اپنی خواہشات چھوڑ دیں اور

اللہ کے لیے جان دینا آسان جانا، اور کہا: ہم صبر کریں گے۔"

امام سلمی نے روحانی انداز پر مبنی تفسیر میں ہر طرح کی روایات کو خواہ وہ ضعیف یا منطقع ہوں، اپنی تفسیر کا حصہ بنایا۔ چوں کہ آپ کی یہ کتاب قرآن کے روحانی اور اشاری معنی پر مشتمل ہے لہذا آپ نے ہر اس روایت سے استفادہ کیا جو ان پوشیدہ معنی کو مزید واضح کرنے والی ہے۔

5: اشعار کا استعمال

امام سلمی اپنی تفسیر میں اشعار کا بھی اہتمام کرتے ہیں اور تشریحاتِ قرآنیہ کے تناظر میں صوفیاء کے اشعار کے ذریعے اس نکتہ کو واضح کرتے ہیں جیسا کہ فرمانِ باری: قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ-قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ[17] کی تشریح میں بیان کرتے ہیں:

مثل الحسين من هذا الحق الذي يشيرون إليه فقال: هو محل الأيام ولا يعتل. سئل الواسطى رحمة الله عليه ما حقيقة الحق؟ قال: حقيقته لا يقف عليها إلا الحق۔ وانشد الحسين بن منصور:

حقيقة الحو مستير صارحة من بنا خير

حقات الحو قد تجلت تبلغ من رامها عبير[18]

"حضرت حسین بن منصور حلاج کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اس حق کی جیتی جاگتی مثال ہیں جس کی طرف صوفیاء اشارہ کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: حق زمانوں کا مرکز ہے، مگر خود زمانے کے اثر سے پاک ہے۔ واسطی سے پوچھا گیا: حق کی حقیقت کیا ہے؟ فرمایا: اس کی حقیقت کو صرف حق ہی جانتا ہے۔ حضرت حلاج نے اسی معرفت کو ایک شعر میں یوں بیان کیا۔"

امام سلمی کا ایک اسلوب یہ بھی ہے کہ آپ نے متعدد صوفیاء کے اقوال کے ساتھ ساتھ ان کے اشعار کو بھی اپنی تفسیر کا حصہ بنایا۔ آیات کی وضاحت میں وہ تمام اشعار جو مختلف پہلوؤں سے تائیدی ہوں اسے آپ اپنی اس کتاب میں شامل کرتے ہیں۔

6: غموض و تجرید

کئی مقامات پر امام سلمی کے اشارات اتنے مجرد اور غامض ہوتے ہیں کہ عام قاری ان کا مفہوم نہیں سمجھ پاتا اور ظاہری معنی سے اس کی مطابقت بھی نہیں پائی جاتی، جیسے بسم اللہ کے ایک ایک حرف کی تفسیری معنویت بیان کرنا۔

حكى عن العباس بن عطاء أنه قال: الياء بره الأرواح الأنبياء بإلهام الرسالة والنبوة. والسين سره مع أهل المعرفة بإلهام القربة والأنس. والميم منه على المريدين بدوام نظره إليهم بعين الشفقة والرحمة.[19]

"حضرت عباس بن عطاء فرماتے ہیں بسم اللہ کی "با" انبیاء پر اللہ کی مہربانی کی علامت ہے جو انہیں وحی و نبوت کے ذریعے ملی، "سین" اللہ کا راز ہے جو اہلِ معرفت پر قرب و انس کے الہام سے ظاہر ہوتا ہے، اور "میم" سالکین پر اس کی شفقت کی نشانی ہے، جنہیں وہ اپنی خاص رحمت سے نوازتا ہے۔"

بعض اوقات امام سلمی آیات کے ایسے معنی بیان کرتے ہیں جو اس کے ظاہری معنی سے قطعاً مطابقت نہیں رکھتے لیکن مخالف بھی نہیں ہوتے اور عام فہم بھی نہیں سمجھے جاتے۔ اس لیے آپ تنقید کا نشانہ ان ہی مجرد اشارات کی بنا پر ٹھہرائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ حروف مقطعات کی وضاحت یا آیات کو ان کے ظاہری معنی سے ہٹا کر صرف باطنی وہ معنی بیان کرنا۔

7: شریعت، طریقت اور حقیقت کا امتزاج

امام سلمی کی تفسیر کا نمایاں اسلوب یہ ہے کہ یہ شریعت (ظاہری احکام)، طریقت (روحانی راستہ) اور حقیقت (معرفتِ

الٰہی) کو ایک ساتھ بیان کرتی ہے۔ ایک ہی آیت میں موجود تینوں معانی کو بیان کرنا آپ کا خاصہ ہے۔ جیسا کہ سورۃ الفاتحہ کی آیت: اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ [20] کے تحت ان تینوں انداز کو بیان کرتے ہوئے اقوال نقل کرتے ہیں:

وقيل: اهدنا بفناء أوصافنا فينا الطريق إلى أوصافت التي لم تزل ولا تزال. وقيل أهدنا بكشف العملة عنا طريق الوصول إلى رضاك . وقيل بعدنا هدى العيان بعد البيان، لتستقيم لك على حب إرادتك فينا . وقيل اهدنا هدى من أنت المتولى تهدابته طريق حقيقة معرفتك لتستقيم لك بفناء أوصافنا فيك۔[21]

"اور کہا گیا: ہدایت دے ہمیں، ہمارے اپنے اوصاف کے فنا ہونے کے ذریعے، تیری ان صفات کے راستے کی طرف جو ہمیشہ سے تھیں اور ہمیشہ رہیں گی۔ اور کہا گیا: ہدایت دے ہمیں، ہمارے عارضی پردے کو دور کر کے، تیرے رضا کے مقام تک پہنچنے کے راستے پر۔ اور کہا گیا: بیان کے بعد مشاہدے کی ہدایت دے، تاکہ ہم تیری محبت میں استقامت سے جم جائیں۔" اور کہا گیا: ہمیں اس شخص کی طرح ہدایت دے جس کی ہدایت کا تولّی تو نے خود لے رکھی ہو، تاکہ وہ تیری حقیقی معرفت کے راستے پر گامزن ہو اور تیرے اندر ہمارے اوصاف فنا ہو جائیں۔"

اس آیت میں شریعت، ہدایت کا سیدھا راستہ دکھانا ہے جب کہ طریقت، وہ راستہ ہے جہاں بندہ دنیاوی لذتوں سے کنارہ کش ہو کر اللہ کی طرف مکمل رجوع کرے۔ حقیقت سے مراد ایسی ہدایت کہ تیری معرفت روح میں بس جائے اور ہماری ذات تجھ میں فنا ہو جائے۔

حقائق التفسیر میں آیات کے صوفیانہ مباحث کا تذکرہ

امام سلمی کی تفسیر اشاری کو روحانی و عرفانی تفسیر میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ یہ محض الفاظ کی لغوی یا نحوی تاویل نہیں بلکہ قرآن کو ایک زندہ روحانی پیغام کے طور پر پیش کرتی ہے، جو باطن کی صفائی، اخلاق کی تربیت اور روحانی ترقی کی راہ دکھاتی ہے۔ اس تفسیر کی صوفیانہ تعبیرات کو بہتر سمجھنے کے لیے انہیں تین دائروں (ایمانیات، عبادات، اور معاملات) میں تقسیم کر کے مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

ایمانیات سے متعلق

حقائق التفسیر میں امام سلمیؒ نے ایمانیات سے متعلق کئی آیات کی اشاری تفسیر بیان کی ہے، جن سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک ایمان صرف زبانی تصدیق نہیں بلکہ قلبی یقین اور روحانی شعور کا نام ہے۔ ان تفاسیر کا مقصد ایمان کے ظاہری فوائد کے ساتھ باطنی اثرات اور روحانی ثمرات کو بھی اجاگر کرنا ہے۔ ذیل میں ان آیات کی نشان دہی کی گئی ہے۔

1: قادرِ مطلق

اللہ تعالیٰ ذات وصفات میں کامل، بے نیاز اور مکمل اختیار رکھنے والا ہے۔ اس کی قدرت ہر چیز پر محیط ہے اور اس کا ارادہ کسی مجبوری یا مخلوق سے متاثر نہیں ہوتا۔ وہ جو چاہتا ہے حکمت و علم کے ساتھ کرتا ہے اور اس کی مشیت بلا رکاوٹ اور غالب ہے۔ اس کے ہر فعل میں حکمت و مصلحت پوشیدہ ہے، چاہے انسانی عقل اسے سمجھ پائے یا نہیں۔ جیسا کہ فرمانِ باری ہے: وَ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ [22]

اس کی تفسیر میں امام سلمی بیان کرتے ہیں:

قال بعضهم: الخلق كلهم مجبورون تحت القدرة، ومقهورون على الجبروت، ليس اليهم من امورهم شيء ممنوعون عما يريدون مقضى عليهم بما يكرهون، هذا من آثار العبودية والله مدبر الامور ومبدؤها ومنشئها انشاها على ارادته وابداها على مشيته لا ناقض لما ابرم

فالافعال على الحقيقة فعله، والكون صنعه، لا علة لفعله ولا لصنعه۔[23]

"بعض اہلِ معرفت نے کہا: تمام مخلوق اللہ کی قدرت کے تحت مجبور اور اس کے جبر کے سامنے بے بس ہے، ان کے امور میں ان کا کوئی اختیار نہیں۔ وہ وہی کرتے ہیں جو اللہ چاہتا ہے، چاہے انہیں ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔ یہی بندگی کی علامت ہے۔ اللہ ہی تمام امور کا مدبر، آغاز کرنے والا اور پیدا کرنے والا ہے۔ جو کچھ وہ چاہے، وہی ہوتا ہے اور اس کے فیصلے کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ درحقیقت تمام افعال اسی کے افعال اور کائنات اسی کی صناعت ہے۔ اس کے کام میں نہ کوئی علت ہے، نہ کوئی روک۔"

امام سلمی کے نزدیک تمام مخلوق اللہ کے سامنے بے بس ہے اور کائنات کے تمام امور اللہ کی مشیت سے ہوتے ہیں، انسان کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ فیصلہ کرنے کا اختیار صرف اللہ ہی کے پاس ہے۔ یہ عقیدہ بندے کو صبر، شکر اور توکل سکھاتا ہے کہ ہر حالت میں اللہ کی رضا کو مقدم رکھے۔ یہ تصورِ توحید انسان کی سوچ، عمل اور کیفیت کو بدل کر اسے اللہ کی کامل فرماں برداری کی راہ پر لے آتا ہے۔

2: سبع طرائق کی تخلیق

اللہ تعالیٰ کی صناعی کا عظیم شاہ کار اس کی وہ خلّاقی ہے جو کائنات کے ذرے ذرے میں جلوہ گر ہے۔ انہی عظیم نشانیوں میں ایک نشانی سبع طرائق یعنی سات آسمانوں کی تخلیق ہے، جنہیں قرآن مجید میں مختلف مقامات پر ذکر کر کے انسان کو اس کی فکری رفعتوں اور قلبی بیداری کی دعوت دی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَ لَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ[24] اس کے روحانی نکات بیان کرتے ہوئے امام سلمی رقم طراز ہیں:

وقال بعضهم: سبعه حجب متصلة بحجبه عن ربه فالحجاب الاول: عقله، والحجاب الثاني: علمه، والحجاب الثالث: قلبه، والحجاب الرابع: حسه، والحجاب الخامس: نفسه، والحجاب السادس: ارادته، والحجاب السابع: مشيئته۔ فالعقله اشتغاله تدبير الدنيا، والعلم لمباهاته به على الاقران، والقلب بالغفلة، والحواس لاغفالها عن موارد الامور عليها، والنفس لانها ما وكل اليه، والارادة وهي ارادة الدنيا والاعراض عن الآخرة والمشيئة وهي ملازمة الذنوب۔[25]

"کچھ اہلِ معرفت نے فرمایا: بندے اور اُس کے رب کے درمیان سات پردے ہوتے ہیں: عقل، جو دنیا کے منصوبوں میں الجھی رہتی ہے، علم، جس پر فخر کر کے دوسروں پر بڑائی جتائی جاتی ہے، دل، جو غفلت میں ڈوبا ہوتا ہے، حواس، جو اپنے اصل کام سے غافل ہوتے ہیں، نفس، جو قابو میں نہیں ہوتا، ارادہ، جو دنیا کا ہوتا ہے اور آخرت سے منہ موڑتا ہے، مشیئت، جو گناہوں سے وابستہ رہتی ہے۔ یہ سب پردے اللہ سے قرب کے راستے میں حائل ہوتے ہیں۔"

علمائے ظاہر اس آیت کو اللہ تعالیٰ کی عظیم صنعتِ قدرت سمجھتے ہیں، جب کہ اہلِ معرفت اسے انسان اور رب کے درمیان پوشیدہ حجابات اور رکاوٹیں سمجھتے ہیں جو معرفتِ الٰہی میں مانع بنتی ہیں۔ جب یہ حجابات انسانی کوششوں اور خداوندی احسانات سے دور ہو جاتے ہیں، تو بندہ اپنے رب کے قرب تک پہنچ جاتا ہے۔

3: نورِ الٰہی

اللہ تعالیٰ کائنات کا نور ہے جو آسمانوں و زمین کو منور کرتا ہے۔ یہ نور دلوں کو زندہ کرتا، ہدایت دیتا اور بندے کو اللہ کی رضا اور قربت کی راہ دکھاتا ہے۔ یہی اس کی ربوبیت اور حفاظت کا کامل اظہار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفی مفسرین آیتِ کریمہ: اَللّٰهُ نُوْرُ

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ[26] کی مختلف تشریحات بیان کرتے ہیں:

قال جعفر بن محمد: الانوار تختلف، اولها: نور حفظ القلب، ثم نور الخوف، ثم نور الرجاء، ثم نور الحب، ثم نور التفكر، ثم نور اليقين، ثم نور التذكر، ثم النظر بنور العلم، ثم نور الحياء، ثم نور حلاوه الايمان۔۔۔۔ ولكل واحد من هذه الانوار اهل وله حال، ومحلها، وكلها من انوار الحق التي ذكرها الله۔[27]

"حضرت جعفر بن محمد نے فرمایا: انوار مختلف ہوتے ہیں۔ پہلا نور: دل کی حفاظت کا نور، پھر خوف کا نور، پھر امید کا نور، پھر محبت کا نور، پھر تفکر کا نور، پھر یقین کا نور، پھر یادِ الٰہی کا نور، پھر علم کے نور سے دیکھنا، پھر حیاء کا نور اور آخر میں ایمان کی مٹھاس کا نور۔ ان میں سے ہر نور کے اہل ہوتے ہیں، ان کی مخصوص حالت اور مقام ہوتا ہے اور یہ سب اللہ کے انوار میں سے ہیں جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔"

امام سلمی نے اس آیت کی تفسیر میں متعدد صوفیاء کرام کے اقوال نقل کیے اور فرمایا کہ اللہ کا نور دنیا کی ہر شے پر محیط ہے، چاہے وہ ایمان کا نور ہو یا آسمان و زمین کے اہل کے دل کا تقویٰ۔ آپ نے نورِ الٰہی کو روحانیت کے مختلف پہلوؤں میں تقسیم کیا اور جنید بغدادی، واسطی، ابو علی الجوزجانی، حسن بصری، سفیان ثوری، ابو سعید الخزاز، سہل بن عبد اللہ تستری وغیرہ کے اقوال پیش کیے۔ علاوہ ازیں عقائد و ایمانیات سے متعلق دیگر متعدد آیات بھی ہیں، جن میں سے چند یہاں مختصر بیان کیے گئے ہیں۔

عبادات سے متعلق

امام سلمی کی تفسیر میں عبادات صرف ظاہری اعمال نہیں بلکہ خلوص، خشوع اور قلبی بندگی کی کیفیت پر زور دیا گیا ہے۔ عبادات دل کی اصلاح اور عملی نکھار کا ذریعہ ہیں، جو بندے کو اللہ کے قریب کرتے اور منفی رجحانات سے پاک رکھتے ہیں۔ صوفیاء نے عبادات کو روحانی تعلق کی بنیاد قرار دیا ہے۔

1: صبر و رضا

صبر و رضا ایک مقدس صفت ہے جس کے بدلے اللہ کی معیت کا وعدہ ہے۔ یہ انسان کو رب کی رضا میں راضی اور مشکلات میں اللہ کی طرف رجوع کرنے والا بناتی ہے۔ اللہ نے انبیاء کو بھی اسی صفت سے آزمایا اور فرمایا کہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر انعام اور اللہ کی قربت ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے: وَ لَىِٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ[28] اس کی وضاحت امام سلمی یوں نقل کرتے ہیں:

قال الواسطي: في هذه الآية اخبره بانه هو الذي تولاهم فحجبهم عن المعاينة في الحضرة وهم ثلاث طوائف عند اللقاء، طائفة ترمدت بقيومة دواميته وازليته، فلم تجد عند اللقاء عليها آفة لاتصال انوار السرمدية، بانوار الابدية، وطائفه لقيته في زينته وحين نظره واختياره فضمرهم في نعمته وحجبهم بكرامته فهي متلذذة بنعمة محجوبة عن حقيقته، وطايفة لقيته بشواهد طاعاتها وزهدها، فقال لهم مرحبا بمقدمكم فحجبها في نفس ما خاطبهم۔[29]

"واسطی فرماتے ہیں: اس آیت میں اللہ نے خبر دی کہ وہی اپنے بندوں کا نگہبان ہے اور اس نے انہیں اپنی حضوری میں مشاہدے سے پردے میں رکھا۔ ملاقات کے وقت بندے تین اقسام کے ہوتے ہیں: ایک گروہ ایسا ہے جو اللہ کی ازلیت اور دائمی قیومیت کے نور میں فنا ہو جاتا ہے، اس لیے کوئی آفت انہیں لاحق نہیں ہوتی۔ دوسرا گروہ اللہ کی نعمتوں اور کرم میں محو ہوتا ہے، وہ لذت پاتے ہیں لیکن حقیقت سے پردے میں رہتے ہیں۔ تیسرا گروہ اپنی عبادات اور زہد کے ساتھ آتا ہے، اللہ ان کا استقبال کرتا ہے مگر وہ اسی خطاب میں حجاب میں آ جاتے ہیں۔"

صوفیاء کے اقوال کے مطابق صابرین وہ خاص بندے ہیں جو فنا فی اللہ کی حالت میں پہنچ کر دنیاوی آفات سے محفوظ رہتے ہیں۔ وہ تکالیف کی طرف نظر نہیں کرتے بلکہ اللہ کی طرف رجوع رکھتے ہیں، جس پر اللہ انہیں اپنے حجابِ قدرت میں لے کر مشاہدۂ حق میں غرق کر دیتا ہے۔

2: ذکرِ الٰہی

ذکرِ الٰہی دل کی تاریکی کو مٹا کر رب کی حضوری کا نور دکھاتا ہے۔ زبان پر اللہ کا نام آتے ہی دل کو سکون اور روح کو روشنی ملتی ہے، ایمان رچ بس جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ذکر کو افضل عبادت کہا گیا ہے اور ذکر والوں سے اللہ نے بہترین اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِہِمْ[30] امام سلمی لکھتے ہیں:

قال الواسطي: كل ذاكر على قدر مطالعة قلبه بذكر، فمن طالع ملك الجلال ذكره بذلك، ومن طالع ملك رحمته ذكره بذلك، ومن طالع ملک معرفته ذكره على ذلك، ومن طالع ملک سخطه وغضبه كان ذكره اهيب، ومن طالع المذكور اغلق عليه باب ذكر۔[31]

"واسطی فرماتے ہیں: ہر ذکر کرنے والا اپنے دل کی کیفیت کے مطابق ذکر کرتا ہے۔ جو اللہ کی جلالت کو دیکھتا ہے، اس کا ذکر جلال سے بھرا ہوتا ہے۔ جو اللہ کی رحمت کو دیکھتا ہے، وہ رحمت کے انداز میں ذکر کرتا ہے۔ جو معرفت کو دیکھتا ہے، اس کا ذکر معرفت سے لبریز ہوتا ہے۔ جو غضب اور ناراضگی کو دیکھتا ہے، اس کا ذکر ہیبت و خوف سے بھرپور ہوتا ہے۔ اور جو خود "مذکور" یعنی اللہ کو دیکھتا ہے، اس پر ذکر کا دروازہ بند ہو جاتا ہے یعنی وہ خاموش ہو جاتا ہے کہ ذکر سے بھی آگے بڑھ چکا ہوتا ہے۔"

امام واسطی کے قول سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انسان اللہ کو اپنے گمان کے مطابق ہی پاتا ہے اور یہ بات ان کے ذکر کے طریقوں میں شامل نظر آتی ہے کہ ہر ذکر کرنے والا اپنے دل کی کیفیت کے مطابق ذکر کرتا ہے۔ وہ اللہ کو اسی انداز میں یاد کرتا ہے جیسا وہ اس سے گمان رکھتا ہے۔

3: اہمیتِ نماز

انسان کا اپنے رب سے رابطہ اور ملاقات کا واحد ذریعہ نماز ہے اور یہی انسانیت کی معراج ہے۔ لہٰذا اللہ اپنے بندوں کو ہوش و حواس اور پاکی کی حالت میں اپنی بارگاہ میں بلاتا ہے۔ تاکہ اس کے بندے کا اپنے مالک سے رابطہ مضبوط ہو سکے۔ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا: یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنْتُمْ سُکٰرٰی[32] اس کے تحت امام سلمی سکر کی صوفیانہ تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

السكر على انواع: منها سكر الخمر وهو اسرعها افاقة، وسكر الغفله وسكر الهوى وسكر الدنيا وسكر المال وسكر الاهل والولد وسكر المعاصى وسكر الطاعات، وكل هذا وما اشبهها يمنع صاحبه عن تمام الصلاه والقيام اليها بالقعود عن كل ما سواها۔[33]

"سُکر کی مختلف اقسام ہیں: ان میں سے شراب کا نشہ سب سے جلد زائل ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ غفلت کا نشہ، خواہشات، دنیا، مال، اہل و عیال، گناہوں اور حتیٰ کہ نیکیوں کا بھی نشہ ہوتا ہے۔ یہ تمام نشے انسان کو نماز کی کامل ادائیگی اور اللہ کی طرف پوری توجہ سے محروم کر دیتے ہیں اور بندہ اللہ کے سوا ہر چیز میں الجھ کر قیامِ نماز سے پیچھے رہ جاتا ہے۔"

علمائے باطن ہر اُس شے کو سُکر سمجھتے ہیں جو دل و دماغ کو اللہ سے غافل کر دے، چاہے وہ غفلت ہو یا نیکی پر غرور۔ صوفیاء کے

نزدیک ایسی ہر رکاوٹ سے پاکی، حضوریِ الٰہی کے لیے لازم ہے۔ اب معاملات سے متعلق آیات پیش کی جاتی ہیں۔

معاملات سے متعلق

امام سلمی کی تفسیر کا امتیازی وصف یہ ہے کہ وہ انسانی معاملات کو صرف ظاہری افعال تک محدود نہیں رکھتے بلکہ ان کے باطن میں چھپی روحانی حقیقتوں کو اجاگر کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک اسلامی معاشرت کی بنیاد خلوصِ نیت، صفاءِ قلب اور حسنِ اخلاق پر ہے۔ چاہے بندے کا تعلق اپنے رب سے ہو یا مخلوق سے، ہر معاملے میں روحانیت کی جھلک اور باطنی طہارت کی جلوہ گری ہونی چاہیے۔ یہی وہ عرفانی زاویہ ہے جو ان کی تفسیر کو محض تفسیری بیان سے بلند کر کے سلوک و معرفت کا آئینہ بنا دیتا ہے۔

1: نیک بندوں سے معاملات

اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے اوصافِ حمیدہ کے سبب ان سے بہترین معاملہ سازی فرماتا ہے۔ انہیں مختلف قسم کے انعامات سے نوازتا اور اپنی معرفت عطا کرتے ہوئے مقربین میں شامل کرتا ہے۔ جس کا ثبوت مختلف قرآنی آیات سے ملتا ہے۔ ارشادِ باری ہے: وَ حَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ[34] امام سلمی اس کے ضمن میں امام جنید بغدادی کا قول نقل کرتے ہیں:

قال الجنيد: قلوب العباد منها ما كانت محفوظة من نزغات الشيطان، ومنها ما كانت محفوظة بانوار المعرفة، ومنها ما كانت باللجا والاستغاثة، ومنها ما كانت محفوظة بلا حول ولا قوة الا بالله كما حفظ اسرار السماء من الشيطان بالكواكب۔[35]

"جنید فرماتے ہیں: بندوں کے دل مختلف انداز میں محفوظ ہوتے ہیں۔ کچھ شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہتے ہیں، کچھ معرفت کے انوار سے، کچھ دعا و التجا سے اور کچھ صرف "لا حول ولا قوة الا بالله" کے طفیل محفوظ ہوتے ہیں، جیسے آسمان کے راز ستاروں کے ذریعے شیطان سے محفوظ رکھے گئے ہیں۔"

جو بندہ کثرتِ ذکر، اطاعتِ الٰہی اور اجتنابِ معاصی اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُسے اپنی امان میں لے لیتا ہے اور شیطانی اثرات سے محفوظ رکھتا ہے۔ ایسے مقربین ہی اللہ کے گھر کے خادم بنتے ہیں اور ان پر خصوصی انعام و اعزاز نازل ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَ الْعٰكِفِيْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ[36] اس آیت کے تحت بیت اللہ کی وضاحت کرتے ہوئے امام سلمی لکھتے ہیں:

طهر بيتي: وهو قلبك، للطائفين: فيه وهو زوائد التوفيق، والقائمين: وهو انوار الايمان، والركع السجود: الخوف والرجا۔ فان القلب اذا لم يسكن بالمعرفة خرب، واذا سكنه غير مالكه او من يسكنه مالكه خرب، وطهارة القلب يكون بالاتفاق عن الاختلاف، وبالطاعة عن المعصية، وبالاقبال عن الادبار، وبالنصيحة عن الغش، وبالامانة عن الخيانة، فاذا طهر من هذه الاشياء قذف الله فيه النور فينشرح وينفسح فيكون محلا للمحبة والمعرفة، والشوق والوصلة۔[37]

"وطهر بيتي: یعنی وہ تمہارا دل ہے، للطائفين: یعنی دل میں اللہ کی توفیق کی زیادتی ہو، والعاكفين: یعنی دل میں ایمان کی روشنی ہو، والركع السجود: یعنی دل میں اللہ کا خوف اور اس کی امید ہو۔ کیوں کہ دل جب معرفت سے خالی ہو تو ویران ہو جاتا ہے اور جب اس میں اللہ کے سوا کوئی اور بسے تو وہ بھی برباد ہو جاتا ہے۔ دل کی پاکیزگی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب اختلاف کی جگہ اتفاق ہو، نافرمانی کی جگہ اطاعت ہو، پیٹھ پھیرنے کی جگہ رجوع ہو، فریب کی جگہ خیر خواہی ہو، خیانت کی جگہ امانت ہو۔ جب دل ان چیزوں سے پاک ہو جاتا ہے تو اللہ اس میں اپنا نور ڈال دیتا ہے، پھر وہ دل کشادہ اور روشن ہو جاتا ہے اور اللہ کی محبت، معرفت، شوق اور وصال

کا مقام بن جاتا ہے۔"

سب سے افضل مسکن قلبِ مومن ہے، جو اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو۔ جب دل دنیاوی خواہشات سے پاک ہو جائے تو اللہ اسے اپنے نور سے منور فرما دیتا ہے۔ یہی وہ قلوب ہیں جنہیں اللہ خاص مقام دے کر انبیاء و اولیاء کی صورت میں انسانیت کی راہ نمائی کے لیے چن لیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ الْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَ اَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ[38] اس کے تحت امام سلمی بیان کرتے ہیں:

قال بعضهم: مدّ الارض بقدرته، وامسكها ظاهرا بالجبال الرواسي، وفي الحقيقة هو مقام اوليائه من خلقه، بهم يدفع البلاء عنهم، ولمكانهم يصرف المكاره، ومن فوقهم الاوتاد، ومن فوقهم الرواسي، فالى المفزع مرجع العباد ومفزعهم ومرجع المفزع اذا هال الامر الى الاوتاد، ومرجع الاوتاد اذا استعظم الامر الى الرواسي وهم خواص الاولياء۔[39]

"کسی نے کہا: اللہ نے زمین کو اپنی قدرت سے پھیلایا اور ظاہری طور پر اسے پہاڑوں سے تھام رکھا، لیکن حقیقت میں زمین کا سہارا اللہ کے اولیاء ہیں۔ انہی کے وسیلے سے بلائیں ٹلتی ہیں اور مصیبتیں دور ہوتی ہیں۔ ان کے اوپر "اوتاد" (روحانی ستون) ہوتے ہیں، اور اوتاد کے اوپر "رواسی" (راسخ اولیاء)۔ جب لوگ کسی بڑی مصیبت میں ہوتے ہیں تو ان کا سہارا یہ اولیاء ہی بنتے ہیں اور ان میں سب سے اعلیٰ مقام "خواص اولیاء" کا ہے۔"

امام سلمی کی تفسیر کے مطابق، اولیاء کرام کو مشکل کشا سمجھا جاتا ہے جو اللہ کے خاص مقصد سے دنیا میں بھیجے گئے ہیں تاکہ ان کے ذریعے بلائیں اور مصیبتیں دور ہوں۔ عوام مشکلات میں ان کے پاس سہارا پاتے ہیں کیوں کہ یہ معرفتِ الٰہی سے معمور، دل کی خشوع اور اشک بار آنکھوں کے حامل ہوتے ہیں، جو انہیں اللہ کے نزدیک مقرب بناتا ہے۔ ان کے اوصاف کو بیان کرتے ہوئے اللہ نے ارشاد فرمایا: وَ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَ يَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا[40] اس کے تحت امام سلمی لکھتے ہیں:

قال القاسم: البكاء على وجوه: بكاء الجهال على ما جهلوا، وبكاء العلماء على ما قصروا، وبكاء الصالحين مخافة الفوت، وبكاء الائمه مخافة السبق، وبكاء الفرسان من ارباب القلوب للهيبة والخشية وتواتر الانوار ولابقاء الموحدين۔[41]

"قاسم فرماتے ہیں: رونے کی کئی اقسام ہیں۔ جاہل، اپنی نادانی پر روتے ہیں، علماء، اپنی کوتاہیوں پر، نیک لوگ، اللہ کی قربت کے چھن جانے کے خوف سے، پیشوا، دوسروں سے پیچھے رہ جانے کے اندیشے سے اور دل والے اللہ والے، اللہ کی ہیبت، خشیت، مسلسل انوار کی تجلی اور فنا فی اللہ کے اثر سے روتے ہیں۔"

تمام مقربین اپنے رب کو پہچانتے ہیں اور جب اس کی پکار ان پر آتی ہے تو دل و جان سے مائل ہو جاتے ہیں، جیسے حضرت موسیٰ نے اپنی رب کی آواز پہچان کر اس پر یقین کر لیا، جیسا قرآن میں بیان ہوا ہے: فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰىۤ اِنِّيْۤ اَنَا رَبُّكَ[42] معرفتِ الٰہی کے تحت امام سلمی لکھتے ہیں:

قال جعفر: قيل لموسى عليه السلام كيف عرفت ان النداء هو نداء الحق؟ فقال: لانه اقياني وشملني فكان كل شعرة مني كانت مخاطبة بالنداء من جميع الجهات وكانها تعبر من نفسها بجواب فلما شملتني انوار الهيبة واحاطت بى انوار العزة والجبروت علمت انى مخاطب من جهة الحق۔[43]

"جعفر فرماتے ہیں: حضرت موسیٰ سے پوچھا گیا کہ آپ نے کیسے پہچانا کہ یہ ندا اللہ تعالیٰ کی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: اس لیے کہ وہ ندا مجھ پر اس طرح چھا گئی کہ میرے بدن کا ہر ہر رونگٹا گویا ہر سمت سے اس ندا کا جواب دے رہا تھا۔ جب مجھ پر اللہ کی ہیبت اور اس کی عزت و جلال کے انوار چھا گئے اور مجھے ہر طرف سے گھیر لیا، تب میں جان گیا کہ یہ رب کی طرف سے خطاب ہے۔"

یہ تمام انداز ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے ساتھ معاملہ سازی میں اختیار کرتا ہے اور نیک بندے اپنی عبودیت کے اعتراف میں اپناتے ہیں۔ امام سلمی نے اپنی تفسیر میں اللہ اور بندوں کے باہمی روحانی تعلقات کے صوفیانہ مباحث بیان کیے ہیں، جن میں چند اہم آیات کا اختصار کے ساتھ ذکر اس مقالے میں کیا گیا ہے۔

خلاصۂ کلام

قرآن کریم کی اشاری تفسیر "حقائق التفسیر" کے مؤلف امام ابو عبد الرحمن محمد بن حسین السلمی نے اپنی تفسیر میں صوفیاء کرام کے اقوال کو جمع کیا اور قرآن کے باطنی، روحانی معانی پر روشنی ڈالی۔ ان کی تفسیر شریعت، طریقت اور حقیقت کا امتزاج ہے جو ایمانیات، عبادات اور معاملات کے روحانی پہلوؤں کو واضح کرتی ہے۔ اگرچہ بعض اوقات یہ نکات عوامی فہم سے ماوراء ہوتے ہیں، مگر یہ قرآنی آیات سے متصادم نہیں اور اہل سلوک کے لیے اصلاحِ قلب اور روحانی ارتقاء کی مشعل راہ ہے۔ امام سلمی کا یہ منفرد زاویہ نگاہ قرآنی فہم کا نیا باب کھولتا ہے اور آج بھی قابلِ استفادہ ہے۔

References

1 Al-Sulamī, Abū ʿAbd al-Raḥmān Muḥammad ibn al-Ḥusayn, Ḥaqāʾiq al-Tafsīr (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1421 AH), 1:9.

2 Abū Nuʿaym al-Iṣfahānī, Aḥmad ibn ʿAbd Allāh, Ḥilyat al-Awliyāʾ (Beirut: Dār al-Kitāb al-ʿArabī, 1387 AH), 2:25.

3 Al-Khaṭīb al-Baghdādī, Abū Bakr Aḥmad ibn ʿAlī, Tārīkh Baghdād (Egypt: Maṭbaʿat al-Saʿādah, 1349 AH), 2:247.

4 Ibn al-Athīr, Abū al-Saʿādāt, Al-Lubāb fī Tahdhīb al-Ansāb (Egypt: Maṭbaʿat Maktabat al-Qudsī, 1357 AH), 2:129.

5 Al-Baghdādī, Tārīkh Baghdād, 2:248.

6 Ibid.

7 Tāj al-Dīn al-Subkī, Ṭabaqāt al-Shāfiʿiyyah al-Kubrā (Egypt: Maṭbaʿat ʿĪsā al-Bābī al-Ḥalabī, 1386 AH), 4:147.

8 Al-Sulamī, Ḥaqāʾiq al-Tafsīr, 1:10.

9 Al-Qurʾān, 21:57.

10 Al-Sulamī, Ḥaqāʾiq al-Tafsīr, 2:211.

11 Al-Qurʾān, 2:201.

12 Al-Sulamī, Ḥaqāʾiq al-Tafsīr, 1:72.

13 Al-Qurʾān, 2:96.

14 Al-Sulamī, Ḥaqāʾiq al-Tafsīr, 1:63.

15 Al-Qurʾān, 26:51.

16 Al-Sulamī, Ḥaqāʾiq al-Tafsīr, 1:74.

17 Al-Qurʾān, 10:35.

18 Al-Sulamī, Ḥaqāʾiq al-Tafsīr, 1:302.

19 Ibid., 1:24.

20 Al-Qurʾān, 1:6.

21 Al-Sulamī, Ḥaqāʾiq al-Tafsīr, 1:39.

22 Al-Qurʾān, 14:27.

23 Al-Sulamī, Ḥaqāʾiq al-Tafsīr, 1:345.

[24] Al-Qurʾān, 23:17.
[25] Al-Sulamī, Ḥaqāʾiq al-Tafsīr, 2:33.
[26] Al-Qurʾān, 24:35.
[27] Al-Sulamī, Ḥaqāʾiq al-Tafsīr, 2:47.
[28] Al-Qurʾān, 16:126.
[29] Al-Sulamī, Ḥaqāʾiq al-Tafsīr, 1:379.
[30] Al-Qurʾān, 3:191.
[31] Al-Sulamī, Ḥaqāʾiq al-Tafsīr, 1:131.
[32] Al-Qurʾān, 4:43.
[33] Al-Sulamī, Ḥaqāʾiq al-Tafsīr, 1:149.
[34] Al-Qurʾān, 15:17.
[35] Al-Sulamī, Ḥaqāʾiq al-Tafsīr, 1:351.
[36] Al-Qurʾān, 2:125.
[37] Al-Sulamī, Ḥaqāʾiq al-Tafsīr, 2:20.
[38] Al-Qurʾān, 15:19.
[39] Al-Sulamī, Ḥaqāʾiq al-Tafsīr, 1:351.
[40] Al-Qurʾān, 17:109.
[41] Al-Sulamī, Ḥaqāʾiq al-Tafsīr, 1:399.
[42] Al-Qurʾān, 20:11.
[43] Al-Sulamī, Ḥaqāʾiq al-Tafsīr, 1:436.